نئی گاڑی کی بکنگ کے وقت قیمت لاک (فِکس) نہ ہونے کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: PIN-6993

تاریخ اجراء: 20شوال المکرم1443ھ /22مئی2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ جب کوئی نئی گاڑی بُک کروانے کے لیے کمپنیوں کی ڈیلر شپس (Dealerships) پہ جاتے ہیں، تو بعض کمپنیوں کے معاہدے میں یہ آپشن موجود ہوتا ہے کہ اگر آپ بکنگ کے وقت گاڑی کی پوری قیمت ادا کر دیں، تو آپ کی گاڑی کی قیمت لاک ہو جائے گی، یعنی مارکیٹ میں اگرچہ گاڑی کی قیمت بڑھ جائے، تب بھی آپ کو اسی قیمت پر گاڑی ملے گی، لیکن اگر پوری قیمت ادا نہیں کرتے، تو گاڑی کی قیمت لاک نہیں ہو گی، یعنی اگر مارکیٹ میں گاڑی کی قیمت بڑھ گئی، تو ڈیلیوری کے وقت جو قیمت ہو گی، اسی حساب سے آپ کو قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ پوچھنا یہ ہے کہ ڈیلر شپ کے معاہدے میں یہ شرط لگانا کیسا کہ اگر گاڑی کی قیمت بڑھ گئی، تو اسی حساب سے قیمت ادا کرنی ہو گی؟

نوٹ: گاڑی کی بکنگ سے لے کر ڈیلیوری تک کمپنی کا جو پراسس ہوتا ہے، اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اولاً کمپنی نئی گاڑی بنانے کا اعلان کرتی ہے اور اس کا ڈیزائن اور فیچر ز وغیرہ متعارف کرواتی ہے، جسے دیکھ کر لوگ اس کمپنی کی مختلف ڈیلر شپ پہ جا کر گاڑیاں بک کروانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بکنگ مخصوص مدت تک جاری رہتی ہے، اس کے بعد بند کر دی جاتی ہے۔ بکنگ کے لیے درکار رقم کمپنی کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اور وہ گاڑی کی قیمت کم زیادہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، یعنی اگر گاڑی کی قیمت کم ہے، تو اس کی بکنگ کے لیے کم از کم مثلاً پانچ لاکھ روپے جمع کروانے ہوں گے اور قیمت زیادہ ہونے کی صورت میں دس لاکھ اور بقیہ رقم گاڑی ڈیلیور ہونے سے ایک ماہ پہلے جمع کروانی ہو گی۔ جس شخص نے بھی گاڑی بک کروانی ہو، وہ بکنگ کی رقم ڈیلر شپ کی بجائے بینک کے ذریعے کمپنی کے اکاؤنٹ میں جمع کرواتا ہے، کمپنی کے پاس رقم پہنچ جانے کے بعد وہ گاڑیاں بنانا شروع کرتی ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ کمپنی اپنا سرمایہ لگا کر پہلے گاڑیاں بنالے اور بعد میں بیچتی رہے، کیونکہ ایک گاڑی کی قیمت بھی ملین میں ہوتی ہے، لہذا کمپنی

اپنی طرف سے اتنا سرمایہ لگانے والا رِسک کبھی نہیں لیتی، بلکہ گاڑیوں کی بکنگ اتنا عرصہ پہلے شروع کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ کمپنی لوگوں کی رقم سے کاروبار کر سکے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلام ایک مکمل دین ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ تجارت انسانی زندگی کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے، اس حوالے سے بھی اسلامی اصول مقرر ہیں اور ان اصولوں کے مطابق کاروبار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ کاروبار یا خرید و فروخت سے پہلے ہی مستند علماء و مفتیانِ کرام سے رہنمائی لے لی جائے، تو ممکنہ خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک اہلِ علم سے رہنمائی لینے کے بعد عمل کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پارہ14، سورہ النحل، آیت 43)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی اصولوں کے خلاف معاہدے پر تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”ما بال رجال یشترطون شروطاً لیست فی کتاب اللہ، ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل، وان کان مائۃ شرط، فقضاء اللہ احق و شرط اللہ اوثق“ ترجمہ: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں، اللہ عزوجل کا فیصلہ حق ہے، اور اللہ عزوجل کی جائز کردہ شرط قوی ہے۔ (صحیح البخاری، جلد1، صفحہ290، مطبوعہ کراچی)

اور جہاں تک سوال کا تعلق ہے، تو یاد رہے کہ ڈیلر شپ کا گاڑی کی بکنگ کے وقت معاہدے میں یہ شرط لگانا کہ ”مارکیٹ میں گاڑی کی قیمت بڑھنے کی صورت میں کسٹمر بھی اسی حساب سے قیمت ادا کرنے کا پابند ہو گا“ تو یہ ناجائز و حرام اور گناہ ہے اور اس کی وجہ سے یہ معاہدہ / ایگریمنٹ بھی فاسد ہو جائے گا، جسے ختم کرنا عاقدین یعنی ایگریمنٹ کرنے والوں پر لازم ہو گا۔

تفصیل اس مسئلے کی کچھ اس طرح ہے کہ خریدنے کے لیے گاڑی بُک کروانے کی شرعی حیثیت عقدِ استصناع کی ہے۔ استصناع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آرڈر پر کوئی چیز تیار کروائی جائے اور یہاں بھی کسٹمر جب کمپنی کے ڈیلر کے پاس جا کر گاڑی بک کرواتا ہے، تو اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ کمپنی اتنی مدت تک گاڑی تیار کر کے ڈیلر کے پاس بھیج

دے اور میں وہاں سے وصول کرلوں گا، لہذا اس اعتبار سے یہ عقدِ استصناع ہوا۔ پھر استصناع باقاعدہ خرید و فروخت ہے اور خرید و فروخت درست ہونے کے بنیادی اصولوں میں چیز کی ایک قیمت طے ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر سودا ہو جائے، لیکن قیمت میں ایسی جہالت، اِبہام باقی ہو جو بعد میں بحث و تکرار کا باعث بنے، تو اس کی وجہ سے ایگریمنٹ فاسد اور ناجائز ہو جاتا ہے، ایسا ایگریمنٹ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں، توبہ کے ساتھ ساتھ ان پر اس معاہدے کو ختم کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

اب پوچھی گئی صورت میں دیکھا جائے، تو اگرچہ کسٹمر کو وقتی طور پر گاڑی کی موجودہ قیمت بتادی جاتی ہے، لیکن جب یہ طے کیا جاتا ہے کہ ”ڈیلیوری کے وقت جتنی قیمت ہوگی، کسٹمر اسی حساب سے قیمت ادا کرے گا“ تو اس کی وجہ سے قیمت میں جہالت آجاتی ہے، کیونکہ معلوم نہیں کہ ڈیلیوری کے ٹائم تک کتنی قیمت بڑھے گی، لہذا ایک قیمت فِکس نہ ہونے کی وجہ سے یہ ایگریمنٹ حرام اور گناہ ہوگا۔

استصناع کے حوالے سے فتاوی ہندیہ میں ہے: ”الاستصناع جائز فی کل ما جری التعامل فیه، کالقلنسوة والخف والاوانی المتخذة من الصفر والنحاس وما اشبه ذلك استحسانا، کذافی المحیط، ثم ان جاز الاستصناع فیما للناس فیه تعامل اذا بین وصفا علی وجه یحصل التعریف، اما فیما لا تعامل فیه۔۔لم یجز، کذافی الجامع الصغیر وصورته: ان یقول للخفاف: اصنع لی خفا من ادیمك یوافق رجلی ویریه رجله بکذا او یقول للصائغ صغ لی خاتما من فضتك وبین وزنه وصفته بکذا“

ترجمہ: بیع استصناع استحساناً ہر اس چیز میں جائز ہے جس میں تعامل جاری ہو، جیسے ٹوپی، موزے اور پیتل و تانبے سے بنائے جانے والے برتن اور اس طرح کی دیگر چیزیں، ایسا ہی محیط میں ہے۔ پھر تعامل والی چیزوں میں بھی استصناع اس وقت جائز ہے، جب اس کا وصف یوں بیان کر دیا جائے جس سے چیز کی معرفت و پہچان حاصل ہو جائے۔ بہر حال جس چیز میں تعامل نہیں اس میں استصناع بھی جائز نہیں، ایسے ہی جامع الصغیر میں ہے اور استصناع کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص موزہ بنانے والے کو اپنا پاؤں دکھاتے ہوئے کہے کہ تم اپنے پاس موجود چمڑے سے میرے اس پاؤں کے مطابق موزہ بنادو یا سنار کو کہے اپنی چاندی سے مجھے ایک انگوٹھی بنادو اور اس کا وزن وصفت وغیرہ بیان کر دے۔ (فتاوی ھندیه، ج 3، ص 207، مطبوعه دار الفکر، بیروت)

صحیح قول کے مطابق استصناع باقاعدہ خرید و فروخت ہے۔ تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: ”صح الاستصناع بیعا، لا عدۃ علی الصحیح“ ترجمہ: صحیح قول کے مطابق استصناع بطورِ بیع درست ہے، بطورِ وعدہ نہیں۔ (تنویر الابصار مع در مختار، ج7، ص502، مطبوعہ کوئٹہ)

اور خرید و فروخت میں ثمن کی جہالت بیع جائز ہونے کے لیے مانع ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”جھالۃ المبیع او الثمن مانعۃ جواز البیع اذا کان یتعذر معھا التسلیم“ ترجمہ: مبیع یا ثمن کی جہالت بیع جائز ہونے کے مانع ہے، جبکہ اس کی وجہ سے سپرد کرنا متعذر ہو۔ (فتاوی ھندیہ، ج3، ص122، مطبوعہ دار الفکر)

اور صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بیع کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں: ”مبیع و ثمن دونوں اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع (جھگڑا) پیدا نہ ہو سکے، اگر مجہول ہوں کہ نزاع ہو سکتی ہو، تو بیع صحیح نہیں، مثلاً: اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچی یا اس چیز کو واجبی دام پر بیچا یا اس قیمت پر بیچا جو فلاں شخص بتائے۔“ (بہارِ شریعت، ج2، ص617، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خاص بیع استصناع میں بھی ایک قیمت طے کرنا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”کسی سے کوئی چیز اس طرح بنوانا کہ وہ اپنے پاس سے اتنی قیمت کو بنا دے، یہ صورت استصناع کہلاتی ہے کہ اگر اس چیز کے یوں بنوانے کا عرف جاری ہے اور اس کی قسم وصفت و حال و پیمانہ و قیمت وغیرہا کی ایسی صاف تصریح ہو گئی ہے کہ کوئی جہالت آئندہ منازعت کے قابل نہ رہے۔ تو یہ عقد شرعاً جائز ہوتا ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ج17، ص597تا598، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مزید ایک مقام پر استصناع میں قیمت مجہول ہونے پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”عند التحقیق استصناع ہر حال میں بیع ہی ہے کما نص علیہ فی المتون وصححہ المحققون من الشراح ففی النقایۃ: الاستصناع باجل سلم تعاملوا فیہ اولا وبلا اجل فیما یتعامل فیہ بیع والمبیع العین لا العمل اھ، و مثلہ فی الاصلاح والملتقی والتنویر وغیرھا وفی الھدایۃ: الصحیح انہ یجوز بیعا لا عدۃ والمعدوم قد یعتبر موجودا حکما والمعقود علیہ العین دون العمل ھو الصحیح اھ ملخصا ونحوہ فی الایضاح والدرر وغیرھما من الاسفار الغر وقد اوضحنا المقام مع ازالۃ الاوھام بتوفیق الملک العلام فیما علقناہ علی رد المحتار (ترجمہ:) جیسا کہ متون میں اس پر صراحت کی گئی اور محقق شارحین نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ پس نقایہ میں ہے: استصناع میں اگر مدت مقرر ہو، تو وہ سلم ہے، اس میں لوگوں کا عرف ہو یا نہ ہو اور بغیر مدت

مقرر کرنے کے اگر اس میں عرف جاری ہو، تو وہ بیع ہے اور مبیع عین ہے، نہ کہ عمل۔ اور اسی کی مثل اصلاح، ملتقی اور تنویر وغیرہ میں ہے اور ہدایہ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ یہ بطور بیع جائز ہے نہ کہ بطور وعدہ اور معدوم چیز کو کبھی حکمی طور پر موجود مان لیا جاتا ہے اور جس چیز پر عقد ہوتا ہے، وہ عین ہے، کام نہیں، یہی صحیح ہے۔

اور بیع ہر گز ایسی جہالتِ ثمن کا تحمل نہیں کر سکتی کہ اتنی مدت ہو تو یہ قیمت اور اتنی ہو تو وہ: فی الخلاصہ: رجل باع شیئا علی انہ بالنقد بکذا و بالنسئۃ بکذا او الی شھر بکذا او الی شھرین بکذا، لم یجز (ترجمہ:) خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کو اس طرح بیچا کہ نقد اتنے کی ہے اور ادھار اتنے کی ہے یا ایک مہینے کی مدت تک اتنے کی اور دوماہ کی مدت تک اتنے کی ہے، تو یہ جائز نہیں۔ تو استصناع میں اگرچہ ایک مہینہ یا اس سے زائد نہ ہو، جب ایسی تردید کی جائیگی، عقد فاسد ہوگا اور فسخ واجب۔" (فتاوی رضویہ، ج 17، ص 599 تا 600، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بحرین کے ادارے AAOIFI کی طرف سے مرتب کردہ کتاب "المعاییر الشرعیہ" جسے مسلم دنیا میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اس میں عقدِ استصناع کے متعلق ہے: "عقد الاستصناع ملزم للطرفین اذا توافرت فیہ شروطہ وھی: بیان جنس الشیء المستصنع ونوعہ وقدرہ واوصافہ المطلوبۃ ومعلومیۃ الثمن و تحدید الاجل ان وجد" ترجمہ: استصناع فریقین کے لئے عقدِ لازم ہے، جبکہ اس میں استصناع کی شرائط پائی جائیں اور وہ تیار کی جانے والی چیز کی جنس، نوع، مقدار اور اس کے مطلوب اوصاف کو بیان کرنا، ثمن کا معلوم ہونا اور اگر مدت ہو، تو اسے متعین کرنا ہیں۔ (المعاییر الشرعیہ، المعیار الشرعی رقم: 11، ص 298، مطبوعہ بحرین)

مزید اسی میں استصناع کے جواز کی شرائط کے بیان میں ہے: "ان یکون ثمن الاستصناع معلوما ھو نفی الجھالۃ والغرر المفضیین الی المنازعۃ" ترجمہ: استصناع جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ استصناع کا ثمن معلوم ہو اور وہ (ثمن سے) جھگڑے کی طرف لے جانے والی جہالت اور دھوکے کو دور کرنا ہے۔ (المعاییر الشرعیہ، المعیار الشرعی رقم: 11، ص 314، مطبوعہ بحرین)

عقدِ فاسد کرنے کی وجہ سے عاقدین گنہگار ہوتے ہیں، لہذا اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے: "ویجب علی کل واحد منھما ای من البائع والمشتري فسخہ قبل القبض او بعدہ ما دام فی ید المشتری اعداما للفساد، لانہ معصیۃ، فیجب رفعھا" ترجمہ: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کے لئے (مبیع پر) قبضہ کرنے سے پہلے اور قبضہ کے بعد بھی جب تک مبیع باقی ہو، بیع فاسد کو ختم کرنا ضروری ہے،

تاکہ فساد ختم ہو جائے، کیونکہ عقدِ فاسد کرنا گناہ ہے، لہذا اس کو ختم کرنا واجب ہے۔(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ، ج2، ص120، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

گاڑیوں کی بکنگ کی مدت عموماً ایک ماہ سے زیادہ ہوتی ہے، اس کے باوجود اسے استصناع کہا گیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ استصناع میں ایک ماہ سے زیادہ مدت طے کرنے کی صورت میں اگرچہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ بیع سلم بن جاتی ہے اور اس میں بیع سلم کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، لیکن صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک وہ بیع استصناع ہی رہتی ہے اور ہمارے دور کے جید علمائے کرام نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہے، جیسا کہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اپنے چھٹے فقہی سیمینار میں دفع حرج شدید کے پیش نظر صاحبین کے قول پر فتوی دیا، یونہی مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے بھی فلیٹوں کی بیع استصناع میں حاجت شرعیہ و تعامل کے پیشِ نظر صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہے۔ لہذا صاحبین کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق اگر گاڑیوں کی بکنگ میں ایک ماہ یا زیادہ کی مدت طے کر لی جائے، تب بھی وہ بیع استصناع ہی رہے گی۔

مجلسِ شرعی کے فیصلوں میں ہے: ”مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ جو ماخوذ و مفتیٰ بہ ہے، اس کی رو سے اس وقت ”بیع استصناع“ نہیں ہو سکتی جب کہ ایک ماہ یا زیادہ دنوں کی مدت بیع میں مذکور ہو، لیکن صاحبین رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تعامل کی صورت میں ذکرِ مدت کے ساتھ بھی استصناع جائز ہے اور مدت کا ذکر تعجیل پر محمول ہو گا۔ مذہبِ امام اعظم سے عدول کے لیے حاجتِ شرعیہ متحقق ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بہت سے شہروں میں اس طریقہ خرید و فروخت پر عوام و خواص کا عمل درآمد ہے۔ ایسی صورت میں صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک ایک ماہ یا زیادہ مدت ذکر ہونے کے باوجود استصناع جائز ہے اور قولِ صاحبین بھی با قوت ہے، اس لیے اس صورت کو استصناع کے دائرے میں رکھتے ہوئے قولِ صاحبین پر جائز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔“(مجلسِ شرعی کے فیصلے، ج1، ص238تا239، مطبوعہ والضحی پبلی کیشنز)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net